Digitized by Khilafat Library Rabwah

وُرودِ ہند کا زمانہ

اس امر کی کوئی صحیح تاریخ نہیں مل سکی - کہ میرزا ہادی بیگ کا وُرودِ ہند کب ہوا - لیکن یہ بات ثابت شدہ امر ہے - کہ بابر بادشاہ کے عہد حکومت میں اس خاندان کے بزرگ ہندوستان میں آئے - سر لیپل گریفن کی تحقیقات کے موافق یہ ۱۵۳۰ء کا واقعہ ہے -

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے خاندان کے مورث اعلیٰ کی آمد کا ذکر یوں فرمایا ہے -

"ان کاغذات اور پُرانی تحریرات سے کہ جو اکابر اس خاندان کے چھوڑ گئے ہیں ثابت ہوتا ہے - کہ بابر بادشاہ کے وقت میں جو چغتائی سلطنت کا مورث اعلیٰ تھا - بزرگ اجداد اس نیازمند الٰہی کے خاص سمرقند سے ایک جماعت کثیر کے ساتھ کسی سبب سے جو بیان نہیں کیا گیا، ہجرت اختیار کرکے دہلی میں پہنچے - اور دراصل یہ بات ان کاغذات سے اچھی طرح واضح نہیں ہوتی - کہ کیا وہ بابر کے ساتھ ہی ہندوستان میں داخل ہوئے تھے - یا بعد اس کے بلا توقف اس ملک میں پہنچ گئے - لیکن یہ امر اکثر کاغذات کے دیکھنے سے بخوبی ثابت ہوتا ہے - کہ وہ ساتھ پہنچے ہوں یا کچھ دن بعد پیچھے سے آئے ہوں - مگر انہیں شاہی خاندان سے کچھ ایسا تعلق خاص تھا جس کی وجہ سے وہ اس گورنمنٹ کی نظر میں معزز سرداروں میں شمار کئے گئے تھے - چنانچہ بادشاہِ وقت سے بہت سے دیہات بطور جاگیر کے انہیں ملے - اور ایک بڑی زمینداری کے وہ تعلقدار ٹھیرائے گئے"۔

الغرض

اس بیان سے معلوم ہوتا ہے - کہ ابتداء میں یہ خاندان مغلیہ سلطنت کے ماتحت ایک اعلیٰ درجہ کی نوابی یا تعلقہ داری تھی - مگر جب مغل ایمپائر میں خلل واقع ہوا - تو یہ خاندان ۸۵ گاؤں پر مستقل طور سے حاکم ہوگیا - اور یہ حضرت مسیح موعود علیہ کے دادا کا عہد حکومت تھا -

حضرت میرزا گل محمد صاحب کا عہد حکومت

میرزا گل محمد صاحب جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پردادا تھے - وہ اپنے زمانہ کے ایک زبردست اور نامور رئیس تھے - مگر چونکہ یہ صدی مسلمانوں کے لئے بڑی تیرہ و تار تھی ہر طرف سے دشمنانِ اسلام یلغار کرتے آرہے تھے - طوائف الملوکی پھیل رہی تھی - سکھوں کے حملوں سے آئے دن سلطنت کے بعض حصے ہاتھوں سے نکلتے جا رہے تھے - اس حالت میں سکھوں نے اس چھوٹی سی ریاست کا رُخ بھی کیا - اور متواتر حملوں کی وجہ سے بعض دیہات کو ان کے قبضے سے نکال لیا - باوجود اس کے کہ اس چھوٹی سی ریاست کے بعض گاؤں اُن کے ہاتھ سے نکل گئے تھے - پھر بھی میرزا گل محمد صاحب کی فیاضی کی یہ ایک ادنیٰ مثال تھی - کہ آپ نے اس قدر قلیل میں سے بھی کئی گاؤں مروّت کے طور پر تفرقہ زدہ مسلمانوں کو دیدئے تھے جو ابتک ان کے پاس ہیں -

میرزا گل محمد صاحب علاوہ ریاست و امارت کے اپنی دیانت، امانت، پرہیزگاری اور مردانہ ہمت، اولوالعزمی اور حمایت دین و ہمدردی مسلمانان کی صفت میں بہت مشہور تھے - اور اپنے زمانہ کے مشائخ و بزرگان زمانہ میں سے شمار ہوتے تھے - اور صاحب خوارق و کرامات تھے - ان کی صحبت میں رہنے کیلئے بہت سے اہل اللہ اور صلحاء و علماء و فضلاء قادیان میں جمع رہتے تھے ——— اور بہت سی کرامات آپکی ایسی مشہور ہیں - جن کی شہادت غیر مسلم لوگ بھی دیتے ہیں ——— آپکی مجلس میں بیٹھنے والے سب کے سب متقی اور نیک چلن اور اسلامی غیرت رکھنے والے اور فسق و فجور سے دور رہنے والے بہادر اور بارعب آدمی تھے ——— ہمیشہ پانچسو کے قریب کبھی کم اور کبھی زیادہ لوگ ان کے دسترخوان پر کھانا کھاتے تھے - ایک سو کے قریب علماء اور صلحاء اور حافظ قرآن آپکے پاس رہتے تھے جن کے کافی وظیفے مقرر تھے - اور ان کے دربار میں اکثر قال اللہ اور قال الرسول کا ذکر بہت ہوتا تھا - اور تمام متعلقین میں سے کوئی ایسا نہ تھا - جو تارک نماز ہو - یہاں تک کہ چکی پیسنے والی عورتیں بھی پنجوقتہ نماز اور تہجد پڑھتی تھیں - اس دینداری کیوجہ سے گردونواح کے معزز مسلمان جو اکثر افغان تھے، قادیان کو جو اسوقت اسلام پور کہلاتا تھا مکّہ کہتے تھے - کیونکہ اس پُرآشوب زمانہ میں ہر ایک مسلمان کے لئے یہ قصبہ مبارکہ پناہ کی جگہ تھا - اور دوسری اکثر جگہوں میں کفر اور فسق اور ظلم کا بازار گرم نظر آتا تھا - اور قادیان میں اسلام اور تقویٰ و طہارت و پاکیزگی کی خوشبو آتی تھی - گویا کہ یہ ایک باغ تھا جس میں حامیان دین اور صلحاء و علماء اور نہایت شریف جوانمردوں کے صدہا پودے نظر آتے تھے - یہاں اگر کوئی مسلمان کہلاتا ہوا شعائر اسلام کی خلاف ورزی کرتا تھا - یا خلاف شریعت لباس یا وضع بناتا تھا - تو وہ سخت مورد عتاب ہوتا تھا -

ریاست اسلام پور

مذہبی جماعت کے علاوہ ریاست کا اندرونی نظم و نسق بہت عمدہ اور پختہ تھا - اُس وقت ایک ہزار کے قریب سوار و پیادہ ان کی فوج تھی - اور تین توپیں بھی تھیں - الغرض اس شدید مشکل کے ایام میں ریاست اسلام پور اپنے وقار کو قائم کئے ہوئے تھی -

ان ایام میں سلطنت مغلیہ کا وزیر اعظم غیاث الدولہ قادیان میں آیا - اس نے حضرت میرزا گل محمد صاحب کے مدبرانہ طریق اور بیدار مغزی اور ہمت اور اولوالعزمی اور استقلال اور عقل و فہم اور حمایت اسلام اور جوش نصرت دین اور تقوےٰ و طہارت اور دربار کے وقار کو دیکھا - اور اُن کے مختصر دربار کو نہایت متین عقلمند اور نیک چلن بہادروں سے پُر پایا - یہ دیکھکر غیاث الدولہ چشم پُرآب ہو کر بولا کہ "اگر مجھے پہلے خبر ہوتی - کہ اس جنگل میں خاندان مغلیہ میں سے ایسا مرد موجود ہے جس میں صفات ضروریہ سلطنت کے پائے جاتے ہیں - تو میں اسلامی سلطنت کے محفوظ رکھنے کیلئے کوشش کرتا - کہ ایام کسل اور نالیاقتی اور بدوضعی ملوک چغتائیہ میں اسکو تخت دہلی پر بٹھایا جائے"۔

اس سے حضرت میرزا گل محمد صاحب کی عظمت و قوت کا پتہ چلتا ہے کہ وہ کس شان کے انسان تھے -

حضرت میرزا گل محمد صاحب صاحب کرامات تھے

میرزا گل محمد صاحب کے وجود سے بہت سی خوارق عادت باتیں ظہور پذیر ہوتی تھیں - میدان جنگ میں بعض اوقات ہزار ہزار آدمی کے مقابل میں تن تنہا نکل کھڑے ہوتے تھے - اور پھر فتح پاتے تھے - اور باوجود اس کے کہ دشمن جان توڑ کر حملہ کرتا تھا - اور چاہتا تھا - کہ اُن کے نزدیک آسکے - مگر وہ ایسا کرنے میں کامیاب نہ ہو سکتے تھے - بعض اوقات بندوقوں وغیرہ سے ان پر حملہ کیا جاتا تھا - مگر گولیاں ان پر اثر انداز نہ ہو سکتی تھیں - اس میں کچھ شک نہیں کہ میرزا صاحب دن کے وقت ایک پُرہیبت بہادر اور رات کے وقت ایک باکمال عابد تھے -

آپ کی وفات

آپکی وفات ہچکی کی بیماری سے ہوئی - بیماری کے غلبہ کے وقت اطباء نے اتفاق کرکے کہا کہ اس مرض کے لئے اگر چند روز شراب کا استعمال کیا جائے - تو غالباً فائدہ ہوگا - پہلے تو کسی کو جرأت نہ ہوئی - مگر پھر کسی نرم طریق پر انہوں نے عرض کی - تو آپ نے فرمایا :-

"اگر خدا تعالیٰ کو شفا دینا منظور ہو - تو اس کی پیدا کردہ اور بھی بہت سی دوائیں ہیں - میں نہیں چاہتا کہ اس پلید چیز کو استعمال کروں - اور میں خدا تعالیٰ کی قضاء و قدر پر راضی ہوں"۔

آخر چند روز کے بعد اسی مرض سے انتقال فرماگئے - موت تو مقدر تھی - مگر ان کا طریق تقویٰ ہمیشہ کیلئے یادگار رہا - کہ موت کو شراب پر اختیار کرلیا - موت سے بچنے کیلئے انسان کیا کچھ نہیں کرتا - لیکن انہوں نے معصیت کے ارتکاب سے موت کو بہتر جانا -

میرزا گل محمد صاحب اور ان کے والد میرزا فیض محمد صاحب کی شان اور مرتبہ کا ان خطوط و منشورات سے بھی پتہ چلتا ہے - جو شاہان مغلیہ نے ان کے حق میں لکھے - اور جن کو میں حضرت صاحبزادہ میرزا بشیر احمد صاحب ایم - اے کی تصنیف سیرت المہدی سے لے کر نقل کرتا ہوں :-

Digitized by Khilafat Library Rabwah

(۱)

محمد فرخ سیر
بادشاہ غازی
حاجی علی خان

.زرگوں و ہمسروں میں برگزیدہ میرزا فیض محمد خان شاہی دلجوئی یافتہ ہو کر جان لیں۔ کہ حضور فیض گنجور عرش آشیانی ظلِ سبحانی آپ کی وفاکیشی اور خیر اندیشی اور جاں نثاری سے نہایت خوش ہوتے۔ اس لئے حکم جہان مطاع عالم مطیع نے صدور کا شرف حاصل کیا ہے۔

کہ اس اخلاص نشان کو ہفت ہزاری امراء کی سلک میں منضبط کر کے اور جگہ دیگر عضد الدولہ کے خطاب سے مفتخر اور ممتاز کیا جاتا ہے۔ چاہیئے کہ اب لشکر فیروزی اثر میں آپ کو موجود اور حاضر کریں۔ اور ہمیشہ عرش آشیانی کی درگاہ کے بندوں کی وفاکیشی اور خیر اندیشی میں مصروف اور ساعی رہیں۔　۱۹ ماہ شوال سنہ ۴ جلوس

نوٹ:۔ یہ خط سنہ ۱۷۱۶ء میں لکھا گیا تھا۔ کیونکہ فرخ سیر سنہ ۱۷۱۳ء میں تخت پر بیٹھا۔ اور یہ خط سنہ جلوس کے بعد چوتھے سال کا ہے :۔

(۲)

حضرت میرزا گل محمد صاحب کے نام

منشور عہد محمد شاہ بادشاہ ہندستان

اخلاص و عقیدت دستگاہ میرزا گل محمد شاہی دلجوئی یافتہ ہو کر معلوم کریں۔ اس وقت برگزیدہ شرفا و نجبا فضیلت و کمالات پناہ حیات اللہ نے خود آپ کی بیان کردہ حقیقت کی تفصیل سے آگاہ کیا۔

لازم ہے کہ ہر باب میں خاطر جمع ہو کر اپنی جگہ میں آباد اور مطمئن رہیں۔ اور ایں جانب کو اپنے حالات کی جانب متوجہ سمجھکر اپنے حالات کی کیفیت ارسال کرتے رہیں۔ اور اپنے کار متعلقہ میں پوری دلجمعی کے ساتھ مشغول اور سرگرم رہیں۔ جب کوئی کار پرداز اس سرزمین کی طرف متوجہ ہوگا۔ تو تعلیقہ کے مضمون پر اطلاع پا کر اس اخلاص نشان کے بارے میں واقعی غور عمل میں لایا جائے گا۔

محررہ ۲۴ رجب سنہ ۱۱۶۱ ہجری

باللہ محمود فی
کل فعالہ محمد

اس قسم کے متعدد خطوط ہیں جو بادشاہ فرخ سیر۔ بادشاہ محمد شاہ۔ بادشاہ شاہ عالم ثانی۔ بادشاہ عالمگیر ثانی کی طرف سے ہیں۔ سب کو درج کرنے اس جگہ چنداں ضرورت نہیں۔ مگر ان خطوط کی تشریح و توضیح کے لئے حضرت مولوی عبید اللہ صاحب مرحوم و مغفور کا ایک نوٹ جو حضرت صاحبزادہ میرزا بشیر احمد صاحب قبلہ نے سیرۃ المہدی جلد دوم کے صفحہ ۱۵۲ پر شائع کیا ہے، دے دینا ضروری سمجھتا ہوں۔ آپ لکھتے ہیں :۔

"شہنشاہ ہند محمد فرخ سیر کے منشور میں جو غفران مآب میرزا فیض محمد خاں صاحب نور اللہ مرقدہٗ کے نام ہے۔ تین لفظ خاص اہمیت رکھتے ہیں۔ پہلا لفظ ہفت ہزاری کا ہے۔ دربار اکبری میں اراکین سلطنت کے مناصب کی تقسیم اس طرح ہوئی تھی۔ کہ ہشت ہزاری کا منصب ولیعہد اور خاندان شاہی کے شہزادوں کے لئے خاص تھا۔ اور اراکین دربار و وزراء سلطنت ہفت ہزاری منصب سے ممتاز ہوتے تھے۔ شش ہزاری منصب بھی امراء کو بہت جاں نثاری کے بعد ملتا تھا۔ جس وقت گل کنڈہ کے فرمانروا ابوالحسن تانا شاہ کی سرکوبی پر شہنشاہ اورنگ زیب محمد عالمگیر نے تمام افواج ہندوستان کے سپہ سالار نواب غازی الدین خان بہادر فیروز جنگ کو دکن کی مہم سر کرنے کیلئے مامور فرمایا۔ تو اس کو شش ہزاری کا عہدہ دیا۔ چنانچہ اس وقت کا نامہ نگار نعمت خان متخلص بہ عالی اپنی مشہور کتاب وقائع نعمت خاں میں لکھتا ہے کہ

"او شش کہ آں شش ہزاری شش ہزار سوار بود"

اس فقرہ میں شش ہزاری کے لفظ سے یہ مطلب ہے کہ فیروز جنگ کو عالمگیر نے یہ منصب دیا ہوا تھا۔ جو ہفت ہزاری سے بہت ہی کم تھا۔ ہفت ہزاری منصب کی نسبت شاہان مغلیہ کے عہد میں ایک ضرب المثل مشہور تھی "ہفت ہزاری شود ہر چہ خواہی کن" یعنی ہفت ہزاری کا منصب ایسا عالی ہے۔ کہ اگر تجھ کو حاصل ہو جائے تو تیرے کام میں کوئی دخل دینے والا نہیں رہیگا۔ الحاصل ہفت ہزاری منصب شاہان مغلیہ کے عہد میں بہت وقیع و رفیع سمجھا جاتا تھا۔ تاریخ شاہد ہے۔

دوسرا لفظ **عضد الدولہ** کا خطاب ہے۔

تاریخ کی ورق گردانی سے ثابت ہوتا ہے کہ جب ہارون و مامون و معتصم کے بعد بنی عباس کی خلافت میں ضعف آگیا۔ اور اسلامی دنیا کے بعض حصوں میں متفرق خاندانوں میں حکومتیں برپا ہوگئیں۔ تو ان سے ویالمہ کا خاندان بھی تھا۔ جس کے چمکتے ہوئے فرمانرواؤں کو استمالتِ قلوب کی وجہ سے خلافتِ بغداد کے دربار نے عضد الدولہ اور اس کے بیٹے کو رکن الدولہ کا خطاب دیا تھا۔ غالباً اسلامی تاریخ میں عضد الدولہ ویلمی ہی پہلا شخص ہے، جس نے یہ معزز خطاب حاصل کیا ہے۔ اس کے بعد سلطان محمود غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کو خلیفہ بغداد نے یمین الدولہ کے خطاب سے سرفراز کیا ۔۔ ایرانی سلطنتیں بھی خلفائے بنی عباس کی اتباع سے اپنے امراء دربار کو اعتضاد الدولہ۔ احتشام الدولہ وغیرہ کے خطابات دیتی رہی ہیں

ہندوستان کی افغانی کنگڈم بھی علاء الملک۔ عماد الملک۔ خان جہان۔ خان دوران کے خطابات سے اپنے اپنے امراء و رؤساء کی دلجوئی کرتی رہی ہیں۔

مغل ایمپائر کے زرین عہد میں فرمانروایان اودھ کو شاہ عالم ثانی کی سرکار سے شجاع الدولہ اور آصف الدولہ کا خطاب ملا ہے ۔۔ شاہ اکبر ثانی نے سرسید کو جواد الدو عارف جنگ کا خطاب دیا تھا۔ جس کو سرسید کے ارادتمند آج تک اُن کے نام کے ساتھ لکھتے چلے آئے ہیں۔

سرکار کمپنی نے بھی بغرض تالیف قلوب باتباع شاہان مغلیہ والیان ٹونک کو امیر الدولہ اور ان کے بیٹے کو وزیر الدولہ کا خطاب دیا تھا۔

اس داستان پاستان کو طول دینے سے خاکسار کی غرض یہ ہے کہ شاہنشاہ فرخ سیر کا منشور جو غفران مآب میرزا فیض محمد خانصاحب طاب اللہ ثراہ کے نام ہے۔ جس میں انکو عضد الدولہ کے خطاب سے مخاطب کیا گیا ہے۔ وہ والیان اودھ شجاع الدولہ اور آصف الدولہ اور نواب بنگالہ سراج الدولہ کے خطاب سے اور سرسید کے خطاب جواد الدولہ سے **زیادہ قدیم** اور زیادہ وقیع ہے۔ کیونکہ فرخ سیر شاہنشاہ ہندوستان تھا۔ اور اس کے بیٹے محمد شاہ کے بعد سلاطین مغلیہ شاہ عالم ثانی و اکبر شاہ ثانی نام کے بادشاہ رہ گئے تھے۔ خطاب دینے والے بادشاہوں کے لحاظ سے غفران مآب کا خطاب ایک ذی شان شاہنشاہ کی طرف سے ہے۔

جہاں تک خاکسار کی نظر سے بعض بعض امراء و رؤساء پنجاب کے پُرانے کاغذات اور سلاطین مغلیہ کے مناشیر گذرے ہیں کوئی منشور ایسا نہیں گذرا۔ جس میں اس درجہ کا خطاب کسی رئیس خاندان کو منجانب شاہان مغلیہ عطا ہوا ہو۔

تیسرا لفظ:۔ امور مذکورہ صدر کے سوا اس منشور میں خصوصیت کے ساتھ ایک حرف صاد کا درج ہے۔ جو جلی قلم سے نہایت نظر فریب خوش خط روشن سیاہی کے ساتھ ثبت ہے۔ یہ حرف شاہنشاہ محمد فرخ سیر کے خاص قلم کا ہے۔ جو ان کی خوشنودی مزاج کی دلیل ہے۔ اور اس منشور کی شان دوبالا کر رہا ہے۔ کیونکہ شاہان مغلیہ جس منشور کو وقیع کرنا چاہتے تھے تو اس پر اپنے دستِ خاص سے صاد کر دیتے تھے۔ نعمت خان عالی اپنے وقائع میں حرف صاد کی نسبت لکھتا ہے ؎

سما دشش صاد است از کلک فرنگی بے سخن

یعنی چھٹا حرف صاد ہے جو بادشاہ اپنے ہاتھ سے مناشیر پر ثبت کرتا ہے۔

دوسرا منشور شاہنشاہ ہندوستان محمد شاہ کا ہے۔ جو جلالت مآب میرزا گل محمد صاحب آنار اللہ برہانہٗ کی طرف ہے۔ اس پر ایک مہر کا نقش ہے۔ جس کے حروف یہ ہیں :۔

"باللہ محمود فی کل فعالہ محمد"

غالباً یہ نقش خاص شاہی ہاتھ کی انگوٹھی کی مُہر کا ہے اور نہایت خوش خط کندہ کیا ہوا ہے۔ مگر افسوس ہے۔ کہ پھیکا لگا ہے۔ جس کے حروف ماند پڑ گئے ہیں۔ خاکسار نے آتی گلاس منگوا کر نہایت دقت کے بعد پڑھا ہے۔

فرخ سیر ہندوستان کے عہد میں جبکہ دار السلطنت کے نواح و اطراف کے رؤساء کی خودسری نے سلطنت کی باگ ڈور کو ڈھیلا رکھا تھا۔ باوجودیکہ قادیان دہلی سے بعید فاصلہ پر تھا۔ اور آمد و رفت کے وسائل بھی کم اور راستہ بھی طویل تھا۔ مگر غفران مآب نے سلطنت کی وفاداری کو اپنے خاندان کو آل تمغا سمجھکر ارادتمندانہ عرائض سے اپنی نجابت کا ثبوت دیا۔ جس کے جواب میں فرخ سیر نے نہایت محبت آمیز الفاظ کے ساتھ اپنا منشور مع خطاب ارسال کیا :۔

۳۴

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اس منشور اور اس کے بعد کے مناشیر میں بلند حوصلگی اور علو ہمت ثابت کرنے والی یہ بات ہے۔ کہ غفران مآب نے تقویٰ کو مدنظر رکھتے ہوئے دربار دہلی میں جانا پسند نہ کیا۔ کیونکہ اس وقت کے دربار کا نقشہ متملق اور چاپلوس اور خوشامدی اراکین سے راجہ اندر کا اکھاڑہ بنا ہوا تھا۔ ملاہی و مناہی اور ارباب نشاط ڈوم ڈھاریوں سے ہروقت دربار پُر رہتا تھا۔ غفران مآب نے پنجاب میں رہ کر سلطنت کی وفاداری کا اظہار سرمایۂ دیانت سمجھا۔ مگر جاہ طلبی کو دُور سے ہی دھکا دیا۔

العظمۃ للہ۔ کیا ہی ہمت عالی تھی۔ کہ شریعت غرّا کو مدنظر رکھتے ہوئے دنیاوی اعزاز کی طرف قدم نہ اُٹھایا۔ ورنہ اس وقت اگر دربار میں پہنچ جاتے۔ تو شاہی عطیات سے مالامال ہو جاتے۔ اور گرانمایہ جاگیر پاتے۔ فرخ سیر کے منشور کے بعد جب نہایت غور سے مغفرت انتساب میرزا گل محمد صاحب طاب اللہ ثراہ کے اسمی جس قدر مناشیر ہیں۔ ان کو پڑھا جاتا ہے۔ تو ایک اور ہی کیفیت نظر آتی ہے۔ کہ شاہان دہلی کے دربار سے بار بار دعوتی مناشیر صادر ہوتے ہیں۔ دہلی تو دُور سہی۔ وزیر آباد تو دروازے پر ہے۔ **مگر وہ زہد و ورع کا دلدادہ بادشاہ کو ملنے تک نہیں جاتا۔**

اس پر وفاداری کا یہ حال ہے۔ کہ متواتر عرائض بھیجے جاتے ہیں۔ اور بھیجے بھی ایسے شخص کی وساطت سے جو دربار میں بھی نہایت متقی اور پرہیزگار مانا جاتا تھا جس کو خود محمد شاہ بادشاہ جیسا رنگیلا اور شاہ عالم ثانی فضیلت مآب کمالات دستگاہ سیادت و نجابت پناہ سید حیات اللہ کہکر پکارتے ہیں۔ الغرض جہاں میرزا گل محمد صاحب کی کرامات زبان زدِ خلائق ہیں یہ بات بھی کم نہیں کہ آپ نہایت متقی اور پرہیزگار اور علم دوست انسان تھے۔

ان مناشیر میں ایک اور بات بھی قابل توجہ ہے۔ کہ غفران مآب میرزا فیض محمد خانصاحب اور مغفرت نصاب میرزا گل محمد صاحب نے اظہار وفاکیشی کے عرائض بھیجکر اس کے معاوضہ میں جاگیر یا منصب یا خطاب کی استدعا نہیں کی۔ کیونکہ ان مناشیر میں شاہان نے نہیں لکھا۔ کہ آپ کے طلب کرنے پر یا آپ کی استدعا پر یہ خطاب یا منصب عطا کیا جاتا ہے۔ بلکہ دربار دہلی نے اپنی خوشی اور خوشنودی مزاج سے خطاب اور منصب دئے ہیں۔ اور ان عرائض کو ایسے وقت میں نعمت غیر مترقبہ سمجھا ہے۔ جس وقت اکثر نمکخوار رؤسا جوانب و اطراف میں اطاعت سے سرکشی کر رہے تھے۔

بالآخر باادب عرض ہے کہ اول تو ان سب مناشیر کا فوٹو لے لیا جائے۔ ورنہ فرخ سیر کے منشور کا عکس تو ضرور لے لینا چاہیئے۔ اس کے ساتھ انگریزی اور اردو ترجمے بھی ہوں۔ اگر الفضل میں انکی کاپیاں چھاپ دیجائیں۔ تو جماعت کے افراد اپنے امام علیہ السلام کے اسلاف کرام کے اعزاز اور مناصب اور علو ہمت پر واقفیت حاصل کرکے ایمان کو تازہ کرلیں۔ والسلام

خاکسار عبید اللہ بسمل احمدی قادیان

۲۴/۵

ان خطوط اور پھر ان کی تشریح سے اس خاندان کے ان بزرگوں کی شخصیت، وجاہت اور عظیم المرتبت ہونے کا پتہ چلتا ہے ان کے بعد جو زمانہ آیا وہ نہایت نازک تھا۔ سکھ ہر طرف سے بڑھتے چلے گئے۔ اور اس کا اثر اس خاندان کی چھوٹی سی حکومت پر بھی پڑا۔

حضرت میرزا عطا محمد صاحب

چنانچہ جناب میرزا عطا محمد صاحب جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دادا تھے، کے زمانے میں سکھوں کا فتنہ غالب آیا۔ اور وہ تمام تدبیریں جو اس حکومت کو بچانے کی کی گئیں، ناکام ثابت ہوئیں۔ اور اس ریاست کے تمام گاؤں یکے بعد دیگرے ان کے قبضے سے نکل گئے۔ اور جیسے کہ مؤلف حیات النبی نے صـ۲۷ پر لکھا ہے۔ یہ اس لئے ہوا کہ

"چونکہ حضرت میرزا صاحب کیلئے یہ مقدر تھا۔ کہ آبائی شہرت اور عزت کا سلسلہ منقطع ہو کر نیا سلسلہ مجدو اکرام کا ان سے شروع ہو۔ اس لئے خدا تعالےٰ کی حکمت اور مصلحت سے گو سکھوں کے حملے رکنے اور ریاست بچانے کے لئے بڑی بڑی تدبیریں کیں لیکن ہر تدبیر میں ناکامی ہوتی رہی"

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس دردناک واقعہ کا خود اپنی کتب میں اس طرح ذکر فرمایا ہے:۔

"دادا صاحب مرحوم نے اپنی ریاست کی حفاظت کے لئے بہت تدبیریں کیں۔ مگر جب کہ قضا و قدر ان کے ارادہ کے موافق نہ تھے۔ اس لئے ناکام رہے۔ اور کوئی تدبیر پیش نہ گئی۔ اور روز بروز سکھ لوگ ہماری ریاست کے دیہات پر قبضہ کرتے گئے۔ یہاں تک کہ دادا صاحب مرحوم کے پاس صرف ایک قادیان رہ گئی۔ اور قادیان اسوقت ایک قلعہ کی صورت پر ایک قصبہ تھا۔ اور اس کے چار بُرج تھے۔ اور برجوں میں فوج کے آدمی رہتے تھے۔ اور چند توپیں تھیں۔ اور فصیل بائیس فٹ کے قریب اونچی اور اس قدر چوڑی تھی کہ تین چھکڑے آسانی سے ایک دوسرے کے مقابل اس پر جا سکتے تھے۔ اور ایسا ہوا۔ کہ ایک گروہ سکھوں کا جو رام گڑھیہ کہلاتا تھا۔ اول فریب کی راہ سے اجازت لے کر قادیان میں داخل ہوا۔ اور پھر قبضہ کر لیا۔

اس وقت ہمارے بزرگوں پر بڑی تباہی آئی۔ اور اسرائیلی قوم کی طرح وہ اسیران کی طرح پکڑے گئے۔ اور ان کا مال و متاع سب لوٹی گئی۔ کئی مسجدیں اور عمدہ عمدہ مکانات مسمار کئے گئے۔ اور جہالت اور تعصب سے باغوں کو کاٹ دیا گیا۔ اور بعض مسجدیں جن میں سے اب تک ایک مسجد سکھوں کے قبضے میں ہے دھرم سالہ یعنی سکھوں کا معبد بنایا گیا۔

اسی دن ہمارے بزرگوں کا ایک کتب خانہ بھی جلایا گیا۔ جس میں پانسو نسخہ قرآن شریف کا قلمی تھا۔ جو نہایت بے ادبی سے جلایا گیا۔ اور آخر سکھوں نے کچھ سوچ کر ہمارے بزرگوں کو نکل جانے کا حکم دیا۔

چنانچہ تمام مرد و زن چھکڑوں میں بٹھا کر نکالے گئے۔ اور وہ پنجاب کی ایک ریاست میں پناہ گزیں ہوئے تھوڑے عرصہ کے بعد ان ہی دشمنوں کے منصوبے سے میرے دادا صاحب کو زہر دی گئی"

میرزا عطا محمد صاحب کی وفات کے وقت حضرت میرزا غلام مرتضےٰ صاحب کی عمر چھوٹی ہی تھی۔ مگر وہ اپنے والد صاحب کا جنازہ بیگووالی ریاست کپورتھلہ سے جہاں وہ پناہ گزیں تھے، قادیان لے آئے۔ سکھوں نے آپ کے جنازے کو دفن ہونے سے روکنے کے لئے پوری سعی کی۔ مگر قادیان کے عام باشندے ان کی حمایت میں اُٹھ کھڑے ہوئے۔ اور سکھوں کو بغاوت کا خطرہ پیدا ہو گیا۔ جس سے مرعوب ہو کر انہوں نے ان کو دفن کرنے دیا۔

میرزا غلام مرتضیٰ صاحب کی عمر اگرچہ اس وقت چھوٹی ہی تھی مگر ان کا فعل ان کی علوّ ہمتی اور خاندانی وقار کو قائم رکھنے کی شان کو ظاہر کرتا ہے۔ انہوں نے اپنے والد کی لاش کو اپنے خاندانی قبرستان میں دفن کرنا ضروری جانا۔ اور دشمنوں کی کثرت اور قوت کی ذرا بھی پرواہ نہ کی۔

حضرت میرزا غلام مرتضیٰ صاحب

میرزا غلام مرتضیٰ صاحب اپنے والد صاحب کو دفن کرکے پھر واپس تشریف لے گئے۔ اس واقعہ کے تھوڑے ہی عرصہ کے بعد مہاراجہ رنجیت سنگھ نے ہندوستان میں اپنی وسیع سلطنت قائم کر لی۔ اور مہاراجگی کا لقب اختیار کر لیا۔ جناب میرزا غلام مرتضیٰ صاحب نے مہاراجہ رنجیت سنگھ کے دربار تک رسائی حاصل کر لی۔ اور مہاراجہ صاحب نے ان کو ان کی ریاست کا صدر مقام قادیان مع پانچ دیگر دیہات کے واپس دیدئے۔

ان حالات کے لحاظ سے جن حالات میں اسوقت پنجاب گذر رہا تھا، اگرچہ کھوئی ہوئی ریاست کے پانچ دیہات کا واپس مل جانا بھی ایک بڑی کامیابی تھی۔ مگر اس شان و شوکت کے مقابلہ میں جو اس خاندان کو حاصل تھی یہ کچھ نہ تھا۔ اس لئے جناب میرزا صاحب کا ہمیشہ یہ خیال رہا۔ کہ کسی طرح اپنے مغصوبہ دیہات کو پھر حاصل کیا جائے۔ اور ریاست کی وہی پہلی سی شان قائم کی جائے۔ اس غرض کے لئے ان کی ساری زندگی وقف رہی۔ اور انہوں نے غیر معمولی قوت و استقلال کا مظاہرہ کیا۔ الحکم کے کالم ان کی حسرت و زندگی کے ان طویل ابواب ان مساعی کی تشریح و توضیح کے متحمل نہیں ہو سکتے۔ جو انہوں نے اس سلسلہ میں سرانجام دیں۔ مگر چونکہ خدا کا منشاء اور تھا۔ اس لئے ان کو کامیابی نہ ہو سکی۔ ان کو اپنی اس ناکامی کا بہت صدمہ رہتا تھا۔ اور وہ اکثر فرمایا کرتے تھے۔

"جس قدر میں نے اس پلید دنیا کے لئے سعی کی۔ اگر میں وہ سعی دین کے لئے کرتا۔ تو آج شاید قطبِ وقت یا غوثِ وقت ہوتا"

اور یہ بھی فرماتے کہ "دنیا کے بیہودہ خرخشوں کے لئے میں نے اپنی عمر ناحق ضائع کر دی"

Digitized by Khilafat Library Rabwah

خاص اشعار بعض اشعار آپ کے ورد زبان تھے مثلاً ؎

۱- عمر بگذشت و نماند است جز ایامے چند
بہ کہ در یاد کسے صبح کنم شامے چند

۲- از درے تو اے کسے ہر بیکسے
نیست امیدم کہ بردم نا امید

۳- بآب دیدہ عشاق و خاک پائے کسے
مرا دلے است کہ در خون تپد بجائے کسے

اور ایک مصرع اپنے والد صاحب کا بھی پڑھا کرتے تھے ع

جب تدبیر کرتا ہوں تو پھر تقدیر ہنستی ہے

آپ بحیثیت طبیب کے میرزا غلام مرتضیٰ صاحب اپنے زمانہ کے نہایت حاذق طبیب تھے۔ اور آپ کا دستِ شفا بہت مشہور تھا۔ آپ اپنے علاج میں سہل الحصول ادویات کو استعمال فرمایا کرتے تھے۔ امراء کے علاج میں ابتداء میں ذرا بے توجہگی برتتے اور غرباء کی طرف بہت جلد متوجہ ہوتے۔ اور فیاضی کا یہ عالم تھا۔ کہ قیمتی سے قیمتی دوائیں مفت دے دیا کرتے تھے۔

آپ کی رحمدلی کا ایک واقعہ

ایک دفعہ قادیان میں ہیضہ پھوٹ پڑا۔ آپ ان دنوں بٹالہ میں مقیم تھے۔ جہاں آپ کی بہت سی غیر منقولہ جائداد تھی۔ آپ نے جب ہیضہ کا چرچا سنا۔ آپ فوراً قادیان تشریف لائے۔ اور چوہڑوں کے گھروں کے پاس ہی ٹھیر گئے۔ اور اپنے مکان پر بھی نہ گئے۔ اور ان لوگوں کی بڑی تشفی کی اور حکم دیا۔ کہ قادیان کے عطار آملہ۔ گنتے گڑ اور نمک لیتے آویں۔ اور ان چیزوں کو مٹی کے مٹکوں میں ڈلوا دیا۔ اور فرمایا جس کی مرضی ہے نمک ڈال کر پیئے۔ جس کا دل چاہے گڑ ڈال کر پیئے۔ اس علاج کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ دوسرے دن ہی قادیان ہیضے سے پاک ہوگیا۔

اس ایک واقعہ سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ ان کا قلب غرباء کی محبت سے کس قدر بھرا ہوا تھا۔

استغناء کی شان راجہ تیجا سنگھ سکنہ بٹالہ ایک دفعہ مرض کاربنکل میں مبتلا ہوا۔ بہت علاج کئے مگر کوئی فائدہ نہ ہوا۔ تب اس نے میرزا صاحب کی طرف رجوع کیا۔ آپ کے علاج سے شفا ہوئی۔ اس پر اس نے ایک خلعت فاخرہ کے ساتھ بعض دیہات جو آپ کی ریاست کا پہلے حصہ تھے واپس دینے چاہے۔ باوجود اس کے کہ میرزا صاحب کو اپنی ریاست کے واپس لینے کا بڑا خیال تھا۔ مگر علاج کے سلسلہ میں واپس لینے کو پسند نہ فرمایا۔ اور فرمایا

"میں ان دیہات کو علاج میں لینا اپنے لئے اور اپنی اولاد کے لئے ہتک سمجھتا ہوں"

اس امر کی جس قدر تحلیل کی جائے گی۔ اسی قدر انسانی حیرانی کی حد نہ رہے گی۔ ایک شخص جو اپنی کھوئی ہوئی شوکت و ریاست کو حاصل کرنے کے لئے اپنی زندگی اور زندگی کی تمام قوتیں صرف کر دیتا ہے۔ وہ اپنی ہی چیز کو کسی ایسے طریق پر حاصل کرنا جس میں عطار کا رنگ پایا جاتا ہو، اپنے لئے اور اپنی اولاد کے لئے ہتک خیال کرتا ہے۔ اس سے بڑھکر کسی کے قلب کی وسعت کا کیا اندازہ ہو سکتا ہے۔

آپ کی زندگی جدی جائیداد کے حصول کی فکر میں گذری مگر آپ کا چال چلن نہایت اعلیٰ درجے کا تھا۔ ان کے کیریکٹر پر کبھی کسی قسم کا دھبہ نظر نہیں آیا۔

وہ نہایت درجہ بہادر تھے۔ ایک مرتبہ گھوڑی پر سے گر پڑے۔ اور سخت چوٹ آئی۔ مگر باوجود اس کے آپ خود لاٹھی لے کر چلتے ہوتے اپنے مکان پر پہنچ گئے۔ باہر جب نکلتے تو ہمیشہ کمر بستہ نکلتے ؛

شاعری آپ نے طبیعت رسا پائی تھی۔ اور فارسی میں نہایت عمدہ شعر کہتے تھے۔ تحسین تخلص فرماتے تھے۔

افسوس ہے کہ آپ کے کلام کا مجموعہ جو حضرت میرزا سلطان احمد صاحب نے شائع کرنے کے لئے حافظ عمر دراز صاحب ایڈیٹر پنجابی اخبار کو دیا تھا۔ ان کی وفات کے ساتھ ضائع ہوگیا۔

وفاداری مہاراجہ رنجیت سنگھ نے جب آپ کی ریاست کا ایک حصہ آپ کو واگزار کر دیا۔ تو آپ اپنے بھائیوں بمعیت مہاراجہ کی فوج میں داخل ہو گئے۔ اور سرحد کشمیر اور دوسرے مقامات پر آپ نے قابل قدر خدمات سر انجام دیں۔

مہاراجہ نونہال سنگھ و شیر سنگھ کے دور دورہ میں بھی آپ فوجی خدمات پر مامور رہے۔

انگریزی سلطنت کے ابتدائی ایام میں ۱۸۴۱ء میں آپ ایک پیادہ فوج کے کمیدان بنا کر پشاور بھیجے گئے۔ مفسدہ ہزارہ میں انہوں نے نمایاں خدمات سر انجام دیں۔ ان تمام خدمات سے معلوم ہوا۔ کہ آپ ایک اعلیٰ درجے کے مدبر اور ایک اعلیٰ درجے کے سپاہی تھے۔

۱۸۴۸ء کی بغاوت میں بھی آپ نے پوری وفاداری کا ثبوت دیا۔

غدر ۱۸۵۷ء میں جب ۱۸۵۷ء میں ملک میں غدر ہوا اس وقت بعض لوگوں کو خیال تھا۔ کہ وہ اپنی گمشدہ ریاستوں کو غدر کی آڑ میں از سر نو حاصل کر لیں گے آپ نے اس وقت بھی سرکار انگریزی کے ساتھ سچی وفاداری اور دوستی کا پورا ثبوت دیا۔ اس بغاوت کے وقت جبکہ انگریز کسی بھی ہندوستانی پر اعتماد نہیں کر سکتا تھا۔ میرزا صاحب نے نہ صرف فوجی بھرتی میں مدد دی۔ بلکہ آپ نے

پچاس سوار بمعہ گھوڑوں اور مکمل ساز و سامان کے اپنے خرچ سے دئے۔ اور آپ کے بڑے صاحبزادے میرزا غلام قادر صاحب بہ نفس نفیس جنرل نکلسن کی فوج میں لڑ رہے تھے۔ جبکہ جنرل صاحب نے تریمو گھاٹ پر نمبر ۴۶ انفنٹری کے باغیوں کو جو سیالکوٹ سے بھاگے تھے تہ تیغ کیا تھا۔

اس وقت جنرل نکلسن نے میرزا غلام قادر صاحب کو ایک سند دی۔ جس میں لکھا تھا کہ :۔

"۱۸۵۷ء میں خاندان قادیان ضلع گورداسپور کے تمام دوسرے خاندانوں سے زیادہ نمک حلال رہا ہے"

الغرض

آپ نے سکھ حکومت اور پھر تاج برطانیہ سے اپنے اپنے وقت میں پوری وفاداری برتی۔ آپ انگریز حکام کی نگاہ میں نہایت موقر اور معتمد رہے۔

گورنری درباروں میں آپ کو کرسیاں دی جاتی تھیں اور ان کی تحریروں پر عزت سے غور کیا جاتا تھا۔ حکام نے جو چٹھیاں وقتاً فوقتاً لکھیں۔ اُن سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ وہ دلی جوش سے لکھی گئی ہیں۔

آپ کے زمانہ میں کمشنر و ڈپٹی کمشنر صاحبان دورہ میں اظہار محبت و مودت کے لئے آپ کے مکان پر جا کر ملاقات کرتے تھے۔ اور کبھی کبھی ایسا بھی ہوا۔ کہ میرزا صاحب ان کی ملاقات کے لئے پالکی میں سوار ہو کر نکلے۔ اور سامنے سے عہدہ دار یا حاکم صاحب آ گئے۔ تو انہوں نے اُن کی عزت و وجاہت کا خیال کر کے پسند نہ کیا۔ کہ وہ پالکی سے اُتریں۔ اور وہ ساتھ ساتھ باتیں کرتا ہوا مکان تک چلا گیا۔

انگریزی حکام کی چٹھیاں

میں ضروری خیال کرتا ہوں۔ کہ انگریزی حکام کی بعض چٹھیوں کے ترجمے بھی اس مضمون کی تکمیل کیلئے دیدوں۔

(۱)
نقل مراسلہ ولسن صاحب

۳۵۳ "تہور پناہ شجاعت دستگاہ میرزا غلام مرتضیٰ رئیس قادیان حفظہ۔

"عریضہ شما مشعر بر یاد دہانی خدمات و حقوق خود و خاندان خود بہ ملاحظہ حضور ایں جانب درآمد ما خوب میدانم کہ بلا شک شما و خاندانِ شما از ابتدائی دخل حکومت سرکار انگریزی جاں نثار و وفاکیش ثابت قدم ماندہ آید و حقوق در اصل قابل قدر اند بہر ہیچ و تسلی و تشفی دارید سرکار انگریزی حقوق و خدمات خاندان شما را ہرگز فراموش نخواہد کرد۔ و بموقعہ مناسب بر حقوق و خدمات شما غور و توجہ کردہ خواہد شد۔

باید کہ ہمیشہ ہواخواہ و جاں نثار سرکار انگریزی بمانند کہ دریں امر خوشنودی سرکار و بہبودی شما متصور است۔ فقط المرقوم ۱۱ جون ۱۸۴۹ء

مقام انارکلی لاہور

(۲)
نقل مراسلہ رابرٹ کسٹ صاحب بہادر کمشنر لاہور

"تہور و شجاعت دستگاہ میرزا غلام مرتضیٰ رئیس قادیان

بہ عافیت باشند

از آنجا کہ ہنگام مفسدہ ہندوستان موقوعہ ۱۸۵۷ء

35

Digitized by Khilafat Library Rabwah

از جانب آپ کے رفاقت و خیرخواہی و مدد دہی سرکار دولتمدار انگلشیہ درباب نگہداشت سواراں و بہمرسانی اسپاں بخوبی بمنصۂ ظہور پہنچی - اور شروع مفسدہ سے آج تک آپ بدل ہواخواہ سرکار رہے اور باعث خوشنودی سرکار ہوا - لہذا اس خیرخواہی و خیرسگالی کے خلعت مبلغ دو صد روپیہ کا سرکار سے آپ کو عطا ہوتا ہے - اور حسب منشاء چٹھی صاحب چیف کمشنر بہادر نمبری ۵۷۶ مورخہ ۱۰ اگست ۱۸۵۸ء پروانہ ہذا باظہار خوشنودی سرکار و نیک نامی و وفاداری بنام آپ کے لکھا جاتا ہے۔"

مرقوم بتاریخ ۲۰ ستمبر ۱۸۵۸ء"

(۳)

"میرزا صاحب مشفقی مہربان دوستان میرزا غلام مرتضٰے صاحب رئیس قادیان --

بعد شوق ملاقات واضح ہو کہ پچاس گھوڑے مع سواران زیر افسری میرزا غلام قادر بجائے امداد سرکار و سرکوبی مفسدان مرسلہ آں مشفق ملاحظہ حضور سے گذرے - ہم اس ضروری امداد کا شکریہ ادا کرنے کے وعدہ کرتے ہیں - کہ سرکار انگریزی آپ کی اس وفاداری اور جاں نثاری کو ہرگز فراموش نہ کرے گی -

آں مشفق اس مراسلہ کو بمراد اظہار خدمات سرکار اپنے پاس رکھیں - تاکہ آئندہ افسران انگریزی کو آپ کے خاندان کی خدمات کا لحاظ رہے - فقط -

الراقم (مسٹر) جیمس نسبٹ (صاحب بہادر)
ڈپٹی کمشنر ضلع گورداسپور
۱۸۵۷ء مقام گورداسپور

اس قسم کی بہت سی چٹھیاں آپ کے نام آتی رہتی تھیں میرزا غلام مرتضٰی صاحب کی سیرت کے بہت سے پہلو ہیں - ان سب کی تفصیل اسجگہ بیان نہیں کی جاسکتی -

مگر اس قدر لکھنا ضروری ہے - کہ وہ باوجود ایک دنیا دار ہونے کے خدا تعالٰے پر بہت بڑی امید اور بھروسہ رکھتے تھے - اور ان کے دل میں اسلام کا درد تھا - وہ ایک بہت بڑے طبیب اور اچھے شاعر اور علم دوست تھے - ایک عمدہ کتب خانہ آپ کے پاس تھا - آپ نے اپنی زندگی کے آخری حصہ میں جو سب سے بڑا شاندار کام کیا - وہ قصبہ کے عین وسط میں ایک مسجد کی تاسیس کا کام تھا - جس کا تذکرہ حضرت عرفانی کبیر نے ان الفاظ میں حیات النبی میں فرمایا ہے :-

حضرت میرزا غلام مرتضٰی صاحب کی زندگی کا آخری شاندار کام

حضرت میرزا غلام مرتضٰی صاحب کو اپنی زندگی بھر دنیوی کاموں میں مبتلا رہنے کا افسوس اور ناکامی کا صدمہ رہا تھا - اور جیسا کہ اوپر بیان ہوا - وہ اس گذشتہ ایام کی یاد سے مغموم رہتے اور افسوس کا اظہار کرتے - انہوں نے حصول دنیا کے لئے ساری عمر کی کوششوں کو بے ثمر پاکر سچے اخلاص اور ندامت سے ایام گذشتہ کی تلافی کے لئے قصبہ کے وسط میں **عین سر بازار** ایک مسجد بنانے کا ارادہ کیا - اس سے پہلے میرزا صاحب نے اس مسجد کے لئے بے حد کوشش کی - جو سکھوں کے ایام جبر میں چھینی گئی تھی اور دھرم سالہ بنائی گئی تھی - مگر بعض نااہل اور بدقسمت مسلمانوں نے ان کے خلاف شہادتیں دیں - اور قانونی طور پر وہ اس کی بازیافتگی سے قاصر رہے - اس پر انہوں نے ارادہ کیا - کہ قصبہ کے وسط میں ایک مسجد تعمیر کریں - اس مسجد کی اراضی حاصل کرنے میں انہیں بہت بڑی مالی قربانی کرنی پڑی - یہ جگہ جہاں مسجد بنی ہوئی ہے - **کارداران کی حویلی تھی** - اور نیلام ہونے پر اہالیان قصبہ نے قیمت میں میرزا صاحب کا خوب مقابلہ کیا - اور معمولی قطعہ زمین جو اس وقت چند روپوں کی مالیت کا تھا - وہ کئی سو گنا قیمت پر انہیں خریدنا پڑا - میرزا صاحب نے یہ عزم کر لیا تھا - اور خدا تعالٰے کے حضور سچا عہد کیا تھا - کہ **اگر باقی ساری جائیداد بھی فروخت کرنی پڑے تو میں اس زمین کو لے کر مسجد بناؤنگا**

اللہ تعالٰے نے ان کے اس اخلاص کو ضائع نہ فرمایا زمین انہیں مل گئی - اور مسجد کی تعمیر شروع ہو گئی - چونکہ یہ مسجد بطور جامع مسجد کے بنائی جارہی تھی - وہ گاؤں کی بعض دوسری مساجد سے بہت بڑی تھی - اس وقت ایک شخص نے کہا کہ اتنی بڑی مسجد کی کیا ضرورت ہے - کس نے نماز پڑھنی ہے -

اس مسجد میں چمگادڑ ہی رہا کریں گے -

مگر اس کو معلوم نہ تھا - کہ جس اخلاص کے ساتھ بانی نے اس مسجد کو بنانے کا ارادہ کیا اور مالی قربانی کی ہے - خدا تعالٰے اُسے ضائع نہیں کرے گا - بلکہ اس مسجد کو دنیا میں قبولیت اور عزت کا شرف عطا فرمائے گا - اس میں کچھ شک نہیں - کہ دنیا میں بے شمار کار خیر ہوتے رہتے ہیں - مگر یہ سچا اخلاص اور نیت سلیم ہی ہوتی ہے جو اللہ تعالٰے کی قبولیت کو اپنی طرف جذب کرتی ہے - ہزاروں مساجد دنیا میں بنائی جاتی ہیں - لیکن وہ قبولِ بارگاہ ایزدی نہ ہونے سے ویرانہ ہوکر گندے استعمالوں میں آتی دیکھی گئی ہیں - مگر اس اخلاص و ندامت سے بنائی ہوئی مسجد کو خدا تعالٰے نے ایسا فخرِ قبولیت بخشا ہے - کہ آج وہ **روئے زمین کی نہایت ممتاز اور مقبول مساجد میں سے ہے** -

غرض اس مسجد کی تعمیر شروع ہوئی - اور آپ نے وصیت کی کہ مسجد کے ایک گوشہ میری قبر ہو --- تا خدائے عزّ و جلّ کا نام میرے کان میں پڑتا رہے - کیا عجب کہ یہی ذریعہ مغفرت ہو - چنانچہ جس دن مسجد کی عمارت بہمہ وجود مکمل ہو گئی - اور شاید فرش کی چند اینٹیں باقی تھیں - کہ حضرت میرزا صاحب صرف چند روز بیمار رہ کر مرض پیچش سے فوت ہو گئے - اور اسی مسجد میں جہاں انہوں نے کھڑے ہو کر نشان کیا تھا دفن کئے گئے

اللھم ارحمہ وادخلہ الجنۃ - آمین -

آپ نے قریباً اسی یا پچاسی سال کی عمر پائی :-

میرزا صاحب کی وفات

آپ کی وفات کے وقت حضرت مسیح موعود علیہ السلام جن کی عمر اس وقت ۳۶ یا ۳۷ سال کی تھی - لاہور میں مقیم تھے - کہ آپ کو خواب میں بتلایا گیا - کہ آپکے والد صاحب کی وفات کا وقت قریب ہے - اس خواب کی بناء پر آپ قادیان میں تشریف لے آئے - اور آپ نے یہاں آکر دیکھا - کہ آپ کے والد صاحب مرض زحیر میں مبتلا ہیں - حالات سے یہ معلوم نہیں ہوتا تھا - کہ دوسرے دن آپ فوت ہوجائیں گے - جون کا مہینہ تھا - شدید گرمی پڑ رہی تھی - مرض کی شدت بظاہر کم ہوگئی - اور بڑے استقلال سے بیٹھے ہوئے تھے - اور خاندان کے جملہ ممبر موجود تھے - آپ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو محبت سے فرمایا اس وقت **تم ذرا آرام کرلو** - آپ آرام کے لئے ایک چوبارہ میں تشریف لے گئے - ایک نوکر پاؤں دبانے لگا - کہ الہام ہوا :-

وَالسَّمَآءِ وَالطَّارِقِ

یعنی قسم ہے آسمان کی جو قضاء و قدر کا مبداء ہے اور قسم ہے اس حادثہ کی جو غروب آفتاب کے وقت نازل ہونے والا ہے -

اس کی تفہیم آپ کے دل میں یہ ڈالی گئی - کہ یہ الہام بطور عزا پرسی کے نازل ہوا ہے اور آپ کے **والد غروب آفتاب کے بعد فوت ہوجائیں گے** -

چنانچہ اللہ تعالٰے کی اس وحی کے مطابق سورج غروب ہونے کے وقت وہ پاخانہ سے آکر چارپائی پر بیٹھے اور بیٹھتے ہی جان کندن کا غرغرہ شروع ہوا - اس غرغرا کی حالت میں انہوں نے اپنے لخت جگر حضرت مسیح موعود سے فرمایا **دیکھا یہ کیا ہے ؟** پھر لیٹ گئے اور عین اس وقت جبکہ آفتاب غروب ہوا - یہ قوت واستقلال - شجاعت - ہمدردی اور بے شمار خوبیوں کا سورج بھی غروب ہوگیا -

انا للہ و انا الیہ راجعون

آپ کی وفات پر حکام وقت نے تعزیت کی متعدد چٹھیاں میرزا غلام قادر صاحب کو جو آپکے بڑے بیٹے اور آپ کی ظاہری شان وشوکت کے جانشین تھے لکھیں - جن میں سے ایک ہم یہاں درج کرتے ہیں -

نقل چٹھی فنانشل کمشنر صاحب

"مشفق مہربان دوستان میرزا غلام قادر رئیس قادیان حفظہٗ -

آپ کا خط ۲ ماہ حال کا لکھا ہوا ملاحظہ حضور اینجانب میں گزرا - میرزا غلام مرتضٰی صاحب آپکے والد کی وفات سے ہم کو بہت افسوس ہوا - میرزا غلام مرتضٰی

Digitized by Khilafat Library Rabwah

سرکار انگریزی کا اچھا خیر خواہ اور وفادار رئیس تھا۔ ہم آپ کی خاندانی خدمات کے لحاظ سے اسی طرح عزت کریں گے۔ جس طرح تمہارے باپ وفادار کی جاتی تھی۔ ہم کو کسی اچھے موقعے کے نکلنے پر تمہارے خاندان کی بہتری اور بحالی کا خیال رہے گا۔

المرقوم ۲۹ رجون سنہ ۷۶ء

الراقم سر رابرٹ ایجرٹن صاحب بہادر
فنانشل کمشنر

حضرت میرزا غلام مرتضیٰ صاحب کے دو صاحبزادے اور دو صاحبزادیاں تھیں۔ صاحبزادوں میں سے میرزا غلام قادر صاحب اور حضرت میرزا غلام احمد صاحب مسیح موعود علیہ السلام تھے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ساتھ ایک لڑکی پیدا ہوئی تھی۔ جس کا نام جنت تھا۔ اور جلد فوت ہوگئی تھی۔ اور آپ کی دوسری ہمشیرہ کا نام مراد بیگم تھا۔ اب اس سلسلہ میں میرزا غلام قادر صاحب اور محترمہ مراد بیگم صاحبہ کا تذکرہ کر کے اس مضمون کو ختم کر دوں گا۔

میرزا غلام قادر صاحب

میرزا غلام قادر صاحب نہایت قابل منش اور مدبر تھے۔ انہوں نے اپنے والد صاحب کے حکم کے ماتحت میر تھل اور تریموں گھاٹ پر خود فوج میں شامل ہو کر سلطنت برطانیہ کی ایسے وقت میں مدد کی۔ جبکہ ہر طرف بغاوت کی آگ بھڑک رہی تھی۔ اور کسی شخص پر یہ اعتماد کرنا مشکل تھا کہ وہ دولت انگلشیہ کا وفادار ہوگا۔ اس نازک گھڑی میں پچاس سوار لے کر حکومت کی مدد کی۔ چنانچہ جنرل نکلسن نے اور بعض دیگر افسروں نے اس نازک وقت کی خدمت کو اپنی چٹھیوں میں سراہا۔ مثلاً جنرل نکلسن لکھتے ہیں

"تہور پناہ شجاعت دستگاہ میرزا غلام قادر خلف میرزا غلام مرتضیٰ رئیس قادیان

چونکہ آپ نے اور آپ کے خاندان نے بمقابلہ باغیان بد اندیش و مفسدان بدخواہ سرکار انگریزی غدر ۱۸۵۷ء میں بمقام ترموں گھاٹ و میر تھل وغیرہ نہایت دلدہی و جاں نثاری سے مدد دی ہے۔ اور اپنے آپ کو سرکار انگریزی کا پورا وفادار ثابت کیا ہے۔ اور اپنے طور پر پچاس سوار معہ گھوڑوں کے بھی سرکار کی مدد اور مفسدوں کی سرکوبی کے واسطے مدد دئے ہیں۔ اس واسطے حضور ایں جانب کی طرف سے بنظر آپ کی وفاداری اور بہادری کے پروانہ ہذا سنداً آپ کو دے کر لکھا جاتا ہے کہ اسکو اپنے پاس رکھو۔ سرکار انگریزی اور اس کے افسران کو ہمیشہ آپ کی خدمات اور ان حقوق اور جاں نثاری پر جو آپ نے سرکار انگریزی کے واسطے ظاہر کئے ہیں۔ احسن طور پر توجہ اور خیال رہے گا۔ اور ہم بھی بعد سرکوبی و انتشار مفسداں آپ کے خاندان کی بہتری کے واسطے کوشش کریں گے اور ہم نے مسٹر نسبٹ صاحب ڈپٹی کمشنر گورداسپور کو بھی آپ کی خدمات کی طرف توجہ دلادی ہے۔ فقط

المرقوم اگست ۱۸۵۷ء

اسی قسم کی ایک چٹھی مسٹر جیمس نسبٹ صاحب ڈپٹی کمشنر گورداسپور نے بھی لکھی تھی۔

حکومت کیطرف سے اعزازی پنشن

دولت برطانیہ نے سکھوں کے بعد جب پنجاب پر قبضہ کیا۔ تو اس خاندان کی تمام جاگیر ضبط کر لی تھی۔ اور صرف سات سو روپیہ سالانہ کی پنشن اعزازی جاری کر دی تھی۔ جو میرزا غلام مرتضیٰ صاحب کی وفات تک ایک سو اسی کی رہ گئی تھی۔ بعد ان کی وفات پر وہ بھی بند کر دی گئی

میرزا غلام قادر صاحب کی قوت کا ایک مظاہرہ

چونکہ انگریزی عملداری میں جاگیر کے سب حقوق تلف ہوگئے تھے۔ اس لئے میرزا غلام مرتضیٰ صاحب نے قادیان اور ملحقہ دیہات کے حقوق واپس لینے کے لئے مقدمات کا سلسلہ شروع کیا۔ آپ کے شرکاء نے ان مقدمات میں شریک ہونا پسند نہ کیا۔ مگر جب وہ حقوق مل گئے۔ تو ان کے مختار کی سادگی سے تمام رشتہ داروں کے نام خانہ ملکیت میں درج ہو گئے۔ مگر قبضہ صرف بڑے میرزا صاحب کا رہا۔ ان کے زمانہ میں کسی کو جرأت نہ ہوئی۔ کہ کچھ کرتے۔ مگر ان کی وفات کے بعد ان کے جدی رشتہ داروں نے مقدمات کا سلسلہ شروع کر دیا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے بھائی کو الہام الٰہی سے خبر پا کر اطلاع دی کہ وہ ان جدی شرکاء سے مقدمات نہ کریں۔ اور ان کا حق دے دیں۔ مگر انہوں نے نہ مانا۔ نتیجہ یہ ہوا۔ کہ ڈگریاں ہوئیں اور خرچہ بھی پڑا۔ مگر میرزا غلام قادر صاحب نے ان ڈگریوں کا نہ روپیہ ادا کیا اور نہ قبضہ ہونے دیا۔ اور دو سال تک حکومت کے احکام کو اپنی قوت سے ٹلاتے رہے۔ بالآخر ان کی وفات کے بعد خان بہادر میرزا سلطان احمد صاحب نے وہ زمین اور ڈگریوں کا روپیہ حضرت کے مشورے کے ماتحت شرکاء کو دیدیا۔ مگر میرزا غلام قادر صاحب نے اپنی زندگی میں ان کا دخل نہ ہونے دیا۔

اس زمین کے ضائع ہو جانے کے صدمہ سے میرزا غلام قادر صاحب بیمار ہو گئے اور دو سال تک بیمار رہ کر فوت ہو گئے۔

آخری ڈگری کا جب کاغذ آیا۔ تو کانپتے ہوئے وہ کاغذ حضرت مسیح موعود کے سامنے ڈال دیا اور کہا کہ

لے غلام احمد جو تو کہندا سی او ہو ہی ہو گیا۔

یہ کہہ کر وہ غش کھا گئے۔

میرزا غلام قادر صاحب کی ملازمتیں

میرزا غلام قادر صاحب نے اپنی زندگی میں مختلف کام کئے۔ فوجی خدمات بھی سرانجام دیں۔ پولیس کی ملازمت کی۔ ٹھیکہ داری بھی کرتے رہے۔ ضلع کے سپرنٹنڈنٹ کے معزز عہدے پر بھی فائز رہے۔

آپ کی شادی بہت دھوم دھام سے ہوئی تھی۔ اور ارباب نشاط کی بہت بڑی مجلسیں قائم کی گئی تھیں۔ میرزا غلام قادر صاحب کے ہاں ایک لڑکا عبد القادر نامی پیدا ہوا۔ اور ایک لڑکی عصمت پیدا ہوئی۔ مگر دونوں بچپن میں ہی فوت ہوگئے تھے۔ اس کے بعد ان کے ہاں کوئی اولاد نہ ہوئی۔

میرزا غلام قادر صاحب کی وفات سے قبل حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ان کی وفات کی اطلاع دیدی گئی تھی۔ جس کی بنا پر آپ نے ان کو لکھا کہ

"**آپ امور آخرت کی طرف متوجہ ہوں۔** کیونکہ مجھے دکھلایا گیا ہے۔ کہ آپ کی زندگی کے دن تھوڑے رہ گئے ہیں"

اس تحریر کے چند ہفتہ بعد ان کا انتقال ہوگیا۔ اس طرح میرزا ہادی بیگ نے جس خاندان کی بنیاد ڈالی وہ ختم ہوگیا اور اس کے بعد ایک نئے سلسلہ کی بنیاد رکھی گئی۔ جو خدا تعالےٰ نے اپنے ہاتھ سے لگایا۔ اور جس کیلئے فرمایا:-

سبحان اللہ تبارک وتعالیٰ زاد مجدك

ینقطع اٰباءك و یبدء منك

وہ دولت و ثروت و حکومت و قوت سب ختم ختم ہوگئی۔ اور ایک نیا درخت خدا نے اپنے ہاتھ سے لگایا۔ جس کے بڑھنے اور پھلنے اور پھولنے کے وعدے دئے گئے۔

قبل اس کے کہ میں اس خاندان کے ذکر کو ختم کروں میں آپ کی ہمشیرہ صاحبہ کا بھی چند الفاظ میں تذکرہ کرنا چاہتا ہوں۔

حضرت مراد بیگم صاحبہ

آپ کی ایک ہمشیرہ تھیں۔ جن کا نام مراد بیگم تھا۔ وہ اپنے زمانہ میں نہایت **عبادت گذار** اور **عابدہ و زاہدہ** تھیں۔ اور ان کی بہت سی خوارق عادت کرامات ظاہر ہوا کرتی تھیں۔

آپ کی شادی ہوشیار پور میں میرزا محمد بیگ صاحب سے ہوئی تھی۔ جو میرزا احمد بیگ کے بڑے بھائی تھے۔ میرزا محمد بیگ صاحب جلد فوت ہو گئے تھے۔ اس لئے مراد بیگم صاحبہ نے اپنی زندگی بیوگی کے ساتھ نہایت تقویٰ شعاری اور زہد و عبادت سے گذاری۔

الغرض

آپ صاحب رؤیاء و کشوف تھیں۔ یہ وہ خاندان تھا جس کو خدا نے چُنا۔ کہ اس زمانے کا

مصلح اور نبی

اس سے پیدا ہو۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

قومی سرمایہ سے قائم شدہ دواخانہ

جس کی آمدنی تحریک جدید کے اغراض و مقاصد کیلئے صرف کی جاتی ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی فوج کے پانچ ہزار سپاہی جو تحریک جدید کی اغراض و مقاصد کے لئے قربانیاں کر رہے ہیں وہ بھی۔ اور جو اس فوج میں باقاعدہ شامل نہیں وہ بھی ایک اور رنگ میں تحریک جدید کے فنڈز کو مضبوط کر سکتے ہیں۔ اور وہ اس طرح کہ تحریک جدید کے سرمایہ سے قائم شدہ قومی دواخانہ سے ہر قسم کی مفید اور صحیح الاجزاء ادویات طلب کر کے اس دواخانہ کی مالی حالت مضبوط کر دیں۔ تاکہ یہ روپیہ تحریک جدید کے اغراض کے لئے خرچ ہو سکے۔

اس وقت اگر آپ کو

ادویات کی ضرورت نہ ہو۔ تو ایک بوتل **شربتِ جاں بہار** کی خرید کر اس دواخانہ کی محنت کی داد دیں۔ شربت کو ایک دفعہ خریدنے والا شخص ہمیشہ کے لئے اس کا گاہک ہو جائے گا۔ اور آپ پھر دوسرے شربتوں کو خرید نا پسند نہ کریں گے۔ موسم گرما کے لئے اس سے بہتر کوئی تحفہ نہیں۔

مہمانوں دوستوں کو ایک گلاس پیش کر کے آپ ان کی خوشنودی حاصل کر سکتے ہیں۔ قیمت فی بوتل ایک روپیہ

پتہ:- ویدک یونانی دواخانہ لمیٹڈ زینت محل لال کنواں دہلی

تحریک جدید کا سب سے سستا "اخبار فاروق"

جس کا چندہ حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے اس غرض سے کہ ہر ایک خواندہ احمدی اس کو خرید سکے صرف **اڑھائی روپیہ** سالانہ کر دیا ہے۔ جس نہ صرف خطبہ جمعہ ہی ہوتا ہے۔ بلکہ تحریک جدید کے مجاہدین بیرون ہند کی تبلیغی رپورٹیں اور غیر ممالک کے وہ حالات جن سے ہندوستان کے لوگ عموماً ناواقف ہیں اور دیگر اہم سلسلہ کی خبریں ہر انگریزی مہینے میں چار بار شائع ہوتی ہیں۔ احباب کثرت سے اس کی خریداری کریں۔

درخواست پتہ ذیل پر ہو:-

مینجر فاروق قادیان ضلع گورداسپور (پنجاب)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

نتیجۂ فکر جناب شیخ رحمت اللہ صاحب شاکر

گرد سے آلود جب چہرہ ہوا اسلام کا
دین کے احکام میں کوئی کشش باقی نہ تھی
ہمکلامی کا شرف جس سے نہ ہو حاصل کبھی
حضرت احمدؑ پہ ہوں آنگنت فضل اللہ کے
آپ نے آ کر ملایا خالق و مخلوق کو
جن کے دل مدفن تھے گویا حسرت و ارمان کے

حُسن تھا مستور جب اس "شاہدِ گلفام" کا
بلکہ یوں کہئے کہ مذہب رہ گیا تھا نام کا
آپ ہی فرمائیے محبوب وہ کس کام کا
آپ کے دم سے کھلا دروازہ ہر انعام کا
اور جاری کر دیا سرچشمہ فیضِ عام کا
ان کو بھی چہرہ دکھایا حسن دل آرام کا

زندگی کی ہر گھڑی تشریح تھی قرآن کی
اور نمونہ آسماں کے آخری پیغام کا

ضروری اعلان

الحکم کے سیرت نمبر کی تیاری کی وجہ سے میری طبیعت پر غیر معمولی بوجھ پڑ گیا ہے۔ اس لئے ۱۴ر جون کا پرچہ ۲۱ر جون کے پرچے کے ساتھ مشترک طور پر نکلے گا۔ تاکہ چند دن بغرض صحت آرام کر لوں۔ اور اس کے بعد پھر پرچے بدستور انشاء اللہ نکلتے رہیں گے۔ احباب نوٹ کر لیں۔

محمود احمد عرفانی

اگر آپ کو حضرت مسیح موعود سے محبت ہے تو آپ کو

ذکر حبیب بار بار پڑھنا چاہیئے۔ اور اس کیلئے اخبار الحکم ایک بےنظیر تحفہ ہے۔ جو سیرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذکر میں رطب اللسان ہے گزشتہ پانچ سال میں الحکم تین ہزار سے اوپر روایات اور سو سے زائد صحابہ مسیح موعود کے تذکرے شائع کر چکا ہے۔ الحکم کے سوا سیرت مسیح موعود مصنفہ حضرت عرفانی کبیر اور **مکتوبات احمدیہ** بھی اس سلسلہ میں ایک بےنظیر تحفہ ہے۔ جو آپ خود پڑھیں اور اپنے بیوی بچوں، دوستوں کو پڑھائیں۔ اس سیرت کے متعلق حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے اپنی ایک تقریر میں فرمایا تھا۔ کہ اس سے کوئی گھر خواندہ ہو یا ناخواندہ خالی نہیں رہنا چاہیئے۔ اب آپ غور فرمائیں۔ کہ آپ کا گھر اس سے خالی ہے یا نہیں۔؟

سیرت ملنے کا پتہ:- شیخ محمد ابراہیم علی عرفانی مینجر الحکم بک ڈپو قادیان۔